# معاشرتی شدت پسندی کے محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل اور قیام امن کے لیے ریاست کا کردار اور ذمہ داریاں

# Solving the causes of social extremism in the light of Islamic teachings and the role and responsibilities of the state for establishing peace.

**Dost Muhammad**
M.Phill Scholar Department of Humanities and social Sciences Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology RahimYar Khan.

**Dr. Shahid Habib**
Assistant Professor Department of Humanities & Social Sciences Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan.

**Abstract**
Today in the world people are victims of extremism in developed society or in underdeveloped society. As a result, the entire world has become unsafe. A society and a nation can perish and sink due to its cruelty and extremism. Muslim society is also falling prey to such extremism and crimes. According to the scholars, the root cause of this problem is illiteracy and fearing God and the Day of Judgment and moving away from Islamic teachings, social injustice, instability, division and chaos, away from knowledge, negative character. Media and impatient tolerance are also considered as major factors. Scholars and reformers are advised to control extremism through the provision of justice or establishment of courts and spread of knowledge, create awareness among the people, organize the establishment of educational institutions in the society. In this article, the major causes of social extrimism and their possible remedies in the light of Quran and Sunnah have been identified.
Keywords: Quran, Sunnah, society, Extremism, Establishment, Media.

## معتدل معاشرتی اسلامی نظریہ حیات:

معاشرت کا مطلب معاشرے اور لوگوں کا باہمی ربط ہے۔اس طرح لوگوں کا مشترکہ مفادات کیلئے گروہی انداز میں رہنا معاشرت کہلاتا ہے۔مزید یہ کہ معاشرہ ایک علاقہ ملک اور بعض اوقات ساری دنیا کے لوگوں کے باہم میل

جول اور ربط کو نمایاں کرتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں مختلف قوموں کے افراد باہم معاشرتی و ثقافتی رجحانات، مذہبی عقائد و نظریات اور رسم و رواج کے مطابق اکٹھے ہوتے ہیں تاکہ مشترکہ مفادات کو حاصل کر سکیں۔
اسلامی معاشرے کا مطلب ایسے افراد کا گروہ جن کی زندگی کا ہر پہلو جیسے معاشرت، ثقافت معیشت، سیاست، مذہب اور اقدار قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی کے مطابق بسر ہو۔ قوم پرست اور نسل پسند معاشرے کے بجائے اسلام خالصتاً مذہبی اور اجتماعیت کے اصول و قواعد کی طرف بلاتا ہے جس کا مقصد انسانی اجتماعیت اور اخلاقی ہم آہنگی کی بہتری ہے۔
تاریخ انسانی کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو اب تک کسی عصرِ حاضر میں بھی معاشرے میں منفی سرگرمیئوں سے وابستہ لوگوں کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکا ہے اور منفی سرگرمیوں کا جڑ سے مکمل ختم نہیں کیا جا سکا، لیکن وقتی طور پر معاشرہ میں اجتماعی سطح پر ایسے اقدامات بروئے کار لائے جاسکتے ہیں جن کی بدولت سے منفی سرگرمیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اور معاشرہ کو ایک خوشگوار اور سکون کا ماحول فراہم کیا جا سکتا ہے۔ شدت پسندانہ محرکات کے سدباب کے لیے مختلف اقدامات کے لیے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

## 1۔ معاشرتی و ثقافتی اقدار کو فروغ دینا:

شدت پسندی پر قابو پانے کے لیے معاشرتی و ثقافتی روایات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جب تک کسی معاشرے میں عملی طور پر منفی سرگرمیوں کے خلاف سخت اور مضبوط رد عمل نہیں آئے گا اس وقت تک معاشرتی شدت پسندی کی جڑیں مضبوط ہوتی رہیں گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں اخلاقی اقدار اور بہتر اخلاق کے ذریعے منفی سرگرمی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

## 2- خوف الٰہی اور فکر آخرت کی آگاہی:

اسلامی فلاحی معاشرہ فرد کو روحانی اور اخلاقی تعلیم بھی دیتا ہے اور انسانوں کو امن و محبت، اتحاد و اتفاق، اخوت و ہمدردی اور فرمانبرداری جیسی عظیم صفات پر عمل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ نفرت و حسد، بغض و عناد، لالچ و خود غرضی اور شدت پسندی غیرہ جیسی سنگین برائیوں سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ معاشرے میں منفی سرگرمیوں کی کاروایئوں کو کم کرنے اور خاتمے کے لیے ہمیں افرادِ معاشرہ کے دل و دماغ میں خوف الٰہی اور فکر آخرت کی شمع جلانی ہوگی -اس لئے علمائے کرام اور صوفیاء کرام یہ بڑی ذمہ داری عائید ہوتی ہے کہ وہ مسجدوں میں

محراب و منبر کے ذریعے افرادِ معاشرہ کے دل و دماغ تک اسلامی تعلیمات کے رہنما اصول و قواعد بہت عمدہ انداز میں راسخ کر سکیں۔ اور شدت پسندانہ سرگرمیئوں کے نقصانات سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانوں کی تربیت کرتے رہیں تاکہ ان کے ذہنوں میں خشیت خداوندی اور فکر آخرت بیدار ہو سکے۔ تاکہ جرم کرتے وقت خوف خداوندی اور فکر آخرت کے تصور سے ان کے دل و دماغ میں آخرت میں جزا و سزا کا ڈر پیدا ہو اور جرائم سے بچنے میں مدد ملے۔

## 3- تعلیمی اداروں کا قیام اور جہالت کا خاتمہ:

دین اسلام ہر انسان کو علم حاصل کرنے کے کا پابند کرتا ہے۔ بلکہ علم کا حاصل کرنا ہر مومن مرد زن پر لازم قرار دیتا ہے۔ حکومتی اداروں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اپنے ہر فرد کو زیور تعلیم سے روشناس کروانے کے لیے تمام سہولیات اور اقدامات کرے۔ اور افراد کے لیے مناسب تعلیمی سہولیات دیں تاکہ ہر فرد آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکے۔
جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:
" اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ"1
"ترجمہ: پڑھیے اور تمہارا رب کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"۔
اسی طرح حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے:
" عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع"2
"ترجمہ: جو کوئی علم کی طلب میں گھر سے نکلا تو اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ لوٹے"۔
منفی اور شدت پسندانہ سوچ کے خاتمے اور بیخ کنی کے لئے لازمی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے تعلیمی اداروں کا قیام ہونا چاہیے اور بالخصوص پرائمری سطح کی ابتدائی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔ کم از کم میٹرک تک مفت تعلیم کا بندوبست کیا جانا چاہیے تاکہ غریب و غربا افراد کے بچے بھی اعلی بنیادی تعلیم حاصل کر

سکیں اور تعلیمی نصاب میں مڈل کلاس سے جرائم کی روک تھام اور آگاہی کے بارے میں نصابی کتب میں شامل کیا جائے تا کہ ابتدائی عمر سے ہی طالب علم شدت پسندانہ جرائم کے اثرات سے آگاہ ہو سکے۔

### 4-بے روزگاری کے خاتمے کے لیے اقدامات:

ملک پاکستان سے شدت پسندی کی روک تھام کی خاطر یہ لازمی ہے کہ بے روزگاری کے مسئلہ کا حل نکالا جائے ۔کارخانوں اور صنعتوں میں اضافہ کیا جائے ۔بیروزگار نوجوانوں کو آسان اقساط پر بینک قرضہ فراہم کریں۔نو جوانوں کو ذاتی کاروبار کرنے کے لیے بلا سود قرضہ فراہم کریں تا کہ معاشرے سے شدت پسندی کے سدِباب کی خاطر بے روزگاری کو ختم کرنا اشد ضروری ہے۔

### 5-مجرم کی نشاندہی:

شدت پسندی کی روک تھام کے لیے مجرم کی نشاندہی انتہائی لازمی ہے کیونکہ پولیس کی ناکام چھان بین کی وجہ سے اصل جرم کرنے والا بچ جاتا ہے اس لیئے وہ اور زیادہ منفی سرگرمیاں شروع کر دیتا ہے۔لہذا اب ضرورت یہ ہے کہ پولیس کے معیار کو بہتر کیا جائے تا کہ اصل مجرموں کو گرفت میں لایا جاسکے -مجرم کی نشاندہی ہو جائے تو اس کو عبرت ناک سزا دیجائے تا کہ باقی جرائم پیشہ افراد اس سے عبرت حاصل کریں۔

### 6- معاشرتی تبدیلیوں کا خیال رکھنا۔

عصر حاضر میں معاشرتی تہذیب کے عروج کے سبب سے منفی کاروائیوں کے طریقہ واردات میں جو نت نئے انداز میں اضافہ ہوا ہے جرائم کے عادی افراد منفی سرگرمیوں کے لیے نت نئے طریقے استعمال کر رہے ہیں۔اس لیے ان منفی تبدیلیوں کی وجوہات پر توجہ دینالازمی ہے۔اگر معاشرتی منفی سرگرمیوں کا صفایا کرنا ہے تو ہمیں منفی کاروائیوں کے اسباب کو معاشرے سے ان کا خاتمہ کرنا اشد لازمی ہے۔کیونکہ شدت پسند افراد بھی اسی معاشرے میں رہنے والے انسان ہیں۔آج یہ معاشرتی بڑاالمیہ ہے کہ جس انسان میں منفی سرگرمیوں کی صلاحیتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی پکڑا نہیں جاتا ہے وہ معاشرے میں طاقتور انسان سمجھا جاتا ہے۔قومی اور اجتماعی بے حسی کے طرز عمل نے منفی سرگرمیوں کے فروغ میں اہم رول پایا جاتا ہے۔ایسی منفی سوچ اور معاشرتی بے حسی کی بیخ کنی اور منفی سرگرمیوں کا خاتمہ ازحد ضروری ہے۔

### 7- پولیس اور جیلوں کے نظام پر خصوصی توجہ:

اسلام نے معاشرے سے بدامنی کو دور کرنے کے لئے اور شدت پسندی کی روک تھام کے لیے مختلف جرائم کی مختلف سزائیں مقرر کی ہیں۔ جس کے لیے مجرم کو سزا دینے کے لیے جیلوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ لیکن اگر عصر حاضر میں غور کیا جائے تو یہ بات مشاہدے میں آئی ہے آج کل جیلوں کے اس نظام سے کوئی اچھے نتائج بر آمد نہیں ہوئے بلکہ سزا بھگتنے کے بعد مجرم اور دلیر ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے منفی سرگرمیوں کے عادی مجرم اور معمولی مجرم افراد کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے۔ تمام مجرموں کو ایک جگہ پر ساتھ رکھنے سے پورے ماحول کا یہ اثر نکلتا ہے منفی سرگرمیوں کے جرائم اور زیادہ ہونے لگتے ہیں۔ خطرناک افراد مجرم عام افراد کو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں اس طرح جیلوں کا اصل مقصد لوگوں کو جرم سے دور کرنا ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کے سربراہان ریاست پولیس اور جیلوں کی اصلاحات پر خصوصی اقدامات کر کے اسے بہتر کرے۔ قرآن وسنت کے مطابق اخلاقی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کیا جائے۔ معمولی جرائم کے لوگوں کو خطرناک اور بڑی سزا یافتہ افراد سے جدا رکھا جائے تاکہ وہ عادی مجرموں کے منفی عزائم سے بچ سکیں۔

## شدت پسندی کے محرکات کا حل سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں:

شدت پسندی کا انداز معاشرتی و ثقافتی، اخلاقی و معاشی اور انفرادی اور اجتماعی مزید یہ کہ قومی و بین الاقوامی پر امن معاشرتی ماحول میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ شدت پسندی کے ایسے روّیے کو صحیح کرنے کے بہت سے حل موجود ہیں۔ مگر یہ تمام انسانوں کے بنائے ہوئے اصول و قوانین پر مشتمل ہیں جو کہ حالات کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان درپیش چیلنجز کو بہتر طور پر حل نہیں کر سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات و اخلاقیات جو کہ محبت، امن، تحفظ اور سلامتی کا سرچشمہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات ان درپیش چیلنجز کا بہترین حل فراہم کرتی ہیں۔ قرآن و سنت نے اسلامی اخلاقی تعلیمات کی بنیاد امن وخوشحالی، محبت و اخوت، اعمال و برداشت، رواداری و میانہ روّی اور رکھی تاکہ معاشرہ پر سکون زندگی بسر کر سکے۔

اسلامی معاشرہ سراپا امن و آشتی ہے۔ جس کا سرچشمہ اسوہ رسول ﷺ ہے۔ اسوہ رسول ﷺ کا آغاز ہی محبت و اخوت، امن و سکون، رواداری، عدل و انصاف، تحمل و برداشت اور میانہ روی جیسے اوصاف سے ہوا۔ اس کی بے مثال مثال حدیث جبرائیلؑ ہے جو اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں حقیقی اسلامی روح کی تشریح کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم سے مروی ہے کہ: حضرت جبرائیلؑ ایک شکلِ انسانی میں حاضرِ خدمت ہوئے اور آنحضور ﷺ سے مندرجہ ذیل تین سوالات کیے:

" ما الاسلام"؟ " اسلام کیا ہے ؟ "

"ما الایمان"؟ " ایمان کیا ہے ؟"

" ما الاحسان" ؟ "احسان کیا ہے ؟"3

مذکورہ حدیثِ بالا کی تعلیمات میں اسلام کے تین درجے بتائے گئے ہیں اسلام، ایمان اور احسان۔ اسلام کی تعلیمات کا کوئی بھی حصہ تین درجوں سے باہر نہیں ہے۔ اس حدیث کو بتانے کا مقصد ان تین اساسی الفاظ کی تشریح کرنا ہے جن سے اسلام کے دین کا خمیر تیار ہوا ہے۔

**اسلام:**

اسلام کا لفظ مصدر ہے اور یہ سلّمِ، سلامۃ سے ماخوذ ہے۔ جس سے سلامتی اور حفاظت مراد ہے۔ یہ سلامتی امن وسکون سے ہیں ممکن ہوتی ہے اور یہ امن وسکون اعتدال اور میانہ روی سے ہی ممکن ہوتا ہے۔

**ایمان:**

ایمان کا لفظ امن یومن سے مصدر ہے جس کا مادہ امن ہے۔ ڈر اور خوف کی ز دلفظ امن ہے۔ آمنہ اعتدال پسندی سے آتا ہے، دین اسلام کی بنیاد امن وسلامتی ہے۔ اگر کسی انسان میں اعتدال اور محبت وامن جیسے اوصاف موجود نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ جو انسان خود کو مسلمان کہے اور وہ اپنے اخلاق و کردار سے معتدل اور پر امن نہ ہو اور وہ کامل مومن نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر وہ پر امن اور اعتدال پسند ہے تو اس کا یہ کام تمام عالم انسانیت کے لیے ہو گا نہ کہ صرف امت مسلمہ کے لیے۔

**احسان:**

احسان کا لفظ احسن یُحسن سے مصدر ہے جے سے مراد بھلائی اور اچھائی کرنا ہے۔ احسان سے مراد کسی بھی چیز کو خوبصورت تیار کر کے پیش کرنا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی چیز بہتر اور خوبصورت ہو گی اتنا ہی وہ چیز متوازن ہو گی۔ تعلیمات اسلامی کی بدولت میانہ روی اور اعتدال اور عمل کر کے فلاحِ دارین ممکن ہے۔ مذکورہ حدیث بالا یہ بات سامنے آتی ہے کہ آنحضور ﷺ اخلاقی تعلیمات اور اس وسلم کا اسوہ حسنہ امن وسلامتی کا سر چشمہ ہے۔ آنحضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ سہی لوٹتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو کنکر لانے کا ارشاد فرمایا

۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو جمع کیا۔ان چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی طرف دیکھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ارشاد جاری فرمایا:

" با مثال هو لاء، با مثال هو لاء، وایاکم و الغلو فی الدین"4۔

"ترجمہ:(ہاں بالکل)انہی کی طرح،(ہاں بالکل)انہی کی طرح اور دین میں غلو(انتہا پسندی)سے بچو"۔

آنحضور ﷺ نے اس طرح مکمل طور پر انتہا پسندی(شدت پسندی)کی ممانعت فرمادی۔انتہا پسندی اعتدال پسندی کی ضد ہے-سیرتِ ﷺ پر عمل کرکے اعتدال پسندی کو عام کیا جا سکتا ہے۔یہی انتہا پسندی دہشت گردی اور شدت پسندی کو فروغ دیتی ہے-مگر اسوہ رسول ﷺ اس بات کی گواہ ہیں کہ آحضور ﷺ کے نزدیک عزت و احترام اور حرمت انسانیت کیا ہے۔مسلمان تو مسلمان کافر کی جان و دولت کے تحفظ کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔جیسے:

1۔مسلمانوں کے جان ومال کی حرمت کو کعبہ معظمہ سے زیادہ قابل احترام قرار دیا گیا:

امام ابن ماجہؒ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

**"والذی نفس محمد بیده ،لحرمة المؤمن اعظم عند الله حرمت منک ماله ودمه، وان لا نظن به الا خیرا"5**

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے!مومن کے جان ومال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔"

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ایک مومن کی جان و دولت کی عظمت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔فرمان رسول ﷺ کے مطابق ایک مومن کے عزت وآبرو کتنی محترم ہے-

## ۲۔اسلحہ کے زور پر قتل عام کرنا:

کسی بھی انسانی جان کو قتل کرنا بہت ہی قبیح فعل ہے-آنحضور ﷺ نے مومنوں کی طرف ہتھیار سے صرف اشارہ کرنے کو بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

" لایشیر احد کم الی اخیه با لسلاح"6

"تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے"۔

## 3-غیر مسلم شہری کے قتل پر ممانعت:

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

**"من قتل معاهدا فی غیر کنهه، حرم الله علیه الجنة"7**

"جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (وہ غیر مسلم شخص جو معاہدے کے تحت اسلامی ریاست کا باسی ہو) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمادے گا"۔

## 4-دیگر مذاہب عالم کے مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت:

آنحضور ﷺ نے غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کو سختی سے منع فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

**" کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا بعث جیوشه قال: ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا الولدان ولا اصحاب الصوام"8**

## 5-شدت پسندی اور دہشتگردی کی پرزور مذمت:

آنحضور ﷺ نے شدت پسندی اور دہشت گردی کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے حتیٰ کہ اگرچہ حکمران فاسق ہی کیوں نہ ہوں ان کے خلاف بھی بغاوت سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حضرت جنادہ بن ابی امیہؓ کو حکم فرمایا کہ :

"دعانا النبي صلى الله عليه وسلم فبا يعناه۔فقال:فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة في منشطنا ومكرهنا و عسرنا ويسرنا و اثرة علينا ،وان لا ننازع الامر اهله الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان"9

" حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بلایا تو ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ چنانچہ بیعت لیتے وقت آپ ﷺ نے ہم سے اقرار لیا کہ آپ حکم مانیں گے اور اطاعت کریں گے، خوشی اور غم میں، تنگی اور کشادگی میں، خواہ ہمارے اوپر کسی کو بھی ترجیح دی جائے، اور اس بات پر کہ جس کو حکمرانی کا حق دیا گیا اس کے حقِ حکومت یعنی اتھارٹی کے خلاف خروج نہیں کریں گے سوائے اس صورت کے کہ اس کا کفر صریح واضح ہو جائے اور (اس معاملہ) میں تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے (مقرر کردہ) واضح اور قطعی دلیل ہو"۔

## 6-غیر مسلموں کے جملہ حقوق کی ضمانت

آنحضور ﷺ نے دیگر مذاہب کے ماننے والے غیر مسلموں کے حقوق کو تحفظ دیا ہے۔ اسی مقصد کے تحت آنحضور ﷺ نے نجران والوں کے لیے ایک تحریری حکم نامہ ارشاد فرمایا:

" والنجران وحاشيتها وذمة الله و ذمة محمد النبي رسول الله ،على دمائهم و انفسهم واعراضهم واموالهم وملتهم ورهبانيتهم و اساكفتهم و غايبهم و شاهدهم غيرهم و بعثهم وامثلتهم ،لا يغير ما كانو العليه،ولا يغير حق من حقوقهم و امثلتهم ، لا يفتن اسقف من اسقفيته،ولا راهب من رهبانيه ،ولا واقف من وقافيته،على ما تحت ايديهم من قليل او كثير،وليس عليهم رهق"10

" اللہ اور اس کے رسول ﷺ، اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے خون، ان کی جانوں، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجودہ اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کے استھان (عبادت گاہیں) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دن پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو خواہ اس کا عہدا معمولی ہو یا بڑا اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور انہیں کوئی خوف و خطر نہ ہو گا"۔

## 7- مذہبی و مسلکی اختلاف کی بنا پر قتل کرنے کی ممانعت:

آنحضور ﷺ نے مذہبی و مسلکی اختلاف کی بنا پر قتل کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔
حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

**" انما اتخوف عليكم رجل قرا القران حتى اذا رايت عليه بهجته عليه .....وكانه وراء ظهره ٠ وسعى الى جاره بلسيف و رماه بلشرك ،قال :قلت :يا نبي الله :ايهما اولى بشرك ؟المرمي ام الرامي ؟قال :بل الرامي"11**

"ترجمہ : بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے کے ایک آدمی ایسا ہو گا جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اس پر قرآن کا جمال دیکھا گیا اور وہ ایک وقت تک جب تک اللہ تعالی نے چاہا اسلام کی پشت پناہی بھی کرتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کا خول اتر گیا اور اس نے قرآن کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ پھر وہ اپنے پڑوسی یعنی دوسرے مسلمان پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا اور اس پر شرک کا الزام لگانے لگا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ !ان دونوں میں سے کون شرک سے زیادہ قریب ہے شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہو گا"۔

نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہمارے لئے بہتر اسوہ حسنہ ہے۔ آنحضور ﷺ نے میانہ روی اور اعتدال کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اپنا شعار بنایا۔ انسانیت کو ایک متوازن، معاشرتی، اقتصادی سیاسی، اور معتدل مذہبی نظام زندگی گزارنے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ یہ نظام ہائے زندگی ان تمام معاشرتی، معاشی، مذہبی اور سیاسی چیلنجز کا حل فراہم کرتے ہیں جو شدت پسندی اور دہشت گردی کو پیدا کرتے اور پھیلاتے ہیں۔

## معاشرتی شدت پسندی کے محرکات کے سدباب کے لیے ریاست کے اقدامات اور ذمہ داریاں:

مملکت خداداد پاکستان میں شدت پسندی کے محرکات کے خاتمے اور اتحاد باہمی کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔ اور شدت پسندی کے سدباب کے لیئے درج ذیل اقدامات کا خصوصا انتظام لازم کرے۔

## علماء کرام، دانشوران اور اہل قلم کے کردار پر نظر:

حکومت کا سب سے اہم قدم دانشوران اور علمائے کرام پر نظر رہے۔ پاکستانی معاشرے کے علماء کرام، صوفیاء کرام اور اکابرین کی یہ اہم ڈیوٹی ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو شدت پسند عناصر کے خطرناک اور فرقہ سازی کی منفی سرگرمیوں سے باخبر رکھیں تا کہ وہ خود تفرقہ بازی اور اختلاف کی وجہ نہ بن جائیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء کرام اور دانشوران اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اپنے آرٹیکلز، تھیسز، کتب اور اپنے کردار و گفتار میں ہر قسم کے

شدت پسندانہ رویئوں سے اجتناب برتنا چاہیے۔بلکہ معاشرتی شدت پسندی کے خاتمے اور اتحاد باہمی کے فروغ میں کردار ادا کرنا چاہیے۔اگرچہ دینی امور پر غور و جستجو کرنا ایک الگ کام ہے جو صرف محققین علماء کرام اور اہل قلم افراد تک مخصوص ہونا چاہیے اور عام لوگوں کو ایسے مسائل سے باز رکھنا چاہیے۔ورنہ عام لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے باہم نفرت و انتشار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ایسے مسئلے میں ریاست وقت کو خصوصی طور پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے
۔

## ممبر و محراب کے کردار پر نظر:

عصر حاضر کے حالات کے مطابق حکومت وقت کی یہ اہم ذمہ ڈیوٹی ہے کہ وہ مساجد کے علمائے کرام،فقہاء کرام اور آئمہ حضرات اور بھی گہری نظر رکھے۔کیونکہ ان تمام حضرات کا معاشرہ کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان افراد کی معاشرہ میں بے حد عزت و احترام ہوتی ہے۔پاکستانی معاشرے میں (معزرت کے ساتھ) تفرقہ بازی اور شدت پسندی میں اس حلقہ میں کچھ کم علم افرا کا بھی اہم کردار ہوتا ہے۔اس مسئلے میں امام و خطیب سے مشورہ اور ان کی اخلاقی ترجیہات کا بندوبست ہونا چاہیے۔

ائمہ اور علماء حضرات مسلمانوں کے دینی پیشوا ہیں۔علماء کرام اور ائمہ عظام کو معاشرے میں بلند مرتبہ اور اعتبار حاصل ہے۔اس لئے ان تمام حضرات کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ جمعۃ المبارک کو خطبوں اور اپنے دیگر مواقعوں کے خطبات کی بدولت مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی رہنمائی اور کردار سازی عمل میں لائیں،مسلم امت کو غیر ضروری مسائل میں نہ گھسیٹا جائے۔درحقیقت تمام فروعی اور نظریاتی پیچیدہ مسائل کا ربط ہے ہی صرف اہل علم علماء سے،یہ باتیں عوام النّاس کے سامنے بیان کرنے والی نہ ہیں اس کام کے لیے مخصوص فورم ہوا کرتا ہے۔عصر حاضر میں ممبر و محراب پر ایسے مسائل عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔مسجد و محراب میں صرف ضروری درس و تدریس کا اہتمام ہونا چاہیے۔اسلام ایک کامل اور سچّا دین ہے،جسے اللہ تعالی نے پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔اسلامی تعلیمات کو تمام بندوں تک پہنچانا اور دیگر جھوٹے افکار و نظریات کے مدمقابل اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنا مسلم امہ اور خاص طور پر علماء کرام کا اولین فرض ہے۔اسلامی نظام کی مخالف قوتیں منفی ہتھکنڈوں اور سرگرمیوں کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار پیدا کرتے ہیں اور سادہ مسلمان بڑی آسانی سے ان کے مکر و فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔علماء کرام اور ائمہ عظام کی یہ اولین ذمہ داری ہے کے ان باطل قوتوں کی سازشی سرگرمیوں کو سمجھیں،عوام کو بھی ان کے مکر و فریب سے نجات دلائیں اور اپنی عقل و دانش سے ان منفی سرگرمیوں کا خاتمہ کریں۔اس کام کے لیے لازمی ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر جماعتوں کے مدارس سے وابستہ

علماء کرام اور ائمہ عظام اتحاد باہمی کا عملی ثبوت دیں اور وہ بالغ النظری کا مظاہرہ کریں اور تفرقہ بازی سے دوری اختیار کریں۔ان حضرات کو چاہئے کہ وہ عوام الناس کو سمجھائیں کہ تمام فقہی مسالک بر حق ہیں،اس لئے ان میں تفرقہ بازی اور اختلافات کو پھیلانہ درست نہیں ہے۔اور عوام الناس کو مسلک پرستی اور تشدد پسندی سے نجات دلائی جائے۔

## شدت پسندی کی حوصلہ شکنی:

ریاستِ وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ معاشرتی شدت پسند تنظیموں پر گہری نظر رکھے کہ کہیں ایسا نہ ہو شدت پسندانہ کارروائیوں سے اسلامی معاشرے میں بگاڑ وفساد نہ پیدا ہو جائے۔ان شدت پسند عناصر پر مضبوط گرفت کرنے سے کافی مسئلوں کو ختم کیا جا سکتا ہے اور معاشرتی فساد میں کمی لائی جا سکتی ہے۔کیونکہ معاشرے میں کچھ لوگ اور گروہ ایسے بھی موجود ہوتے ہیں جو اپنے خیالات و نظریات میں شدت پسند ہوتے ہیں اور اکثر طور پر ان لوگوں یہ خاصیت سوچ وفکر سے خالی ہوتی ہے جس کی وجہ سے مختلف قسم کے معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔اس لئے ایسے افراد معاشرہ پر گہری توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

## ذرائع ابلاغ کے کردار پر نظر:

حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ پر بھی گہری نظر رکھے تاکہ ذرائع ابلاغ سے ایسا پیغام نہ جاری ہو جس سے معاشرہ میں باہم نفرت پھیلے۔بے لگام میڈیا بھی معاشرتی شدت پسندی کا سبب بنتا ہے۔آزادی اظہار رائے کی آڑ میں اختلافات اور شدت پسندی کو فروغ دیا جاتا ہے۔ہر چیز اور ہر کام معتدل دائرے میں کرنا چاہیے اور ذرائع ابلاغ کا معاملہ انتہائی اہم اور حساس ہے اس میڈیا کو مکمل آزادی کیسے دی جا سکتی ہے۔آزادی اظہار رائے سے مراد ہرگز شتر بے مہار رائے قائم کرنا نہیں ہے۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کے حکومت حالیہ آزاد ذرائع ابلاغ کے بظاہر خوش نما مگر درحقیقت خطرناک اور بھیانک فلسفے سے متاثر ہونے کی بجائے اس پر مناسب گرفت رکھے۔

## ذرائع ابلاغ کے لیے اقدامات:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سب اصول و قوانین قرآن اور سنت کے مطابق تشکیل دیے گئے ہیں۔جس طرح دوسرے مختلف اداروں کے لیے اسلامی تعلیمات کو اولیت دی گئی ہے بالکل اسی طرح میڈیا کے قوانین اور اصول بھی قرآن و سنت کے مطابق تشکیل دیئے جانے چاہئیں۔کیونکہ پاکستان کی موجودہ صورتحال ایسی نہیں کے مزید غیر سنجیدگی کا مظاہرہ ہو سکے۔ہر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد کی یہ اولین ڈیوٹی ہے کہ وہ ملکی سلامتی کا خیال رکھے-بالکل

اسی طرح میڈیا کے ادارے سے منسلک تمام لوگ بھی ملک کی سلامتی کے احساس کے جذبے کو اجاگر کریں - بالخصوص عصر حاضر میں شدت پسندانہ حالات کی وجہ سے میڈیا کی ذمہ داری دوگنا ہو جاتی ہے۔

## یکساں نصاب تعلیم کا فروغ:

حکومت کی پہلی ڈیوٹی یہ ہے کے یکساں نصابِ تعلیم پر خصوصی توجہ کرے۔ کیونکہ تعلیمی نظام ہی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں نصاب اور نظام تعلیم ایسا مرتب ہونا چاہیے کہ اس کے نتیجے میں تیار ہونے والی جدید نسل کے اذہان میں شدت پسندی کی جگہ اخوت و اتحاد، اعتدال و مساوات اور تحمل و برداشت کے رویّوں کو فروغ حاصل ہو۔ سازشی عناصر مختلف طریقوں سے ہمارے نصاب تعلیم اور تعلیمی ڈھانچے کو نیست و نابود کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ ان شازشی عناصر کا کردار استاد اور شاگرد کے مابین ربط میں کئی قسم کے عنوانات کی خلیج پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں جو آنے والے وقت میں خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہو گی - نیز اگر موجودہ نصاب میں تبدیلی کو مد نظر رکھتے ہوئے جو معاشرے میں اتحاد باہمی کے لئے لازم ہو تو اس کو بھی عمل میں لایا جائے۔

مملکت پاکستان میں عصر حاضر میں نصابِ تعلیم میں سیرت النبی ﷺ کو اسلامیات لازمی یا اختیاری مضمون میں پڑھانے کی بجائے کم از کم بی۔ اے، بی۔ ایس۔ سی، بی۔ ایس کی سطح پر ایک بطور لازمی مضمون نصاب میں شامل کر کے پڑھایا جائے تا کہ اسلامی سوچ و فکر اور روحانی و اخلاقی طور پر بہتر افراد معاشرہ تیار ہو سکیں اور وہ اپنی عملی زندگی میں اسوہ حسنہ پر عمل کر کے ایک نیک و صالح اور دینی و روحانی اخلاقی قدروں کی خصوصیات کا حامل معاشرہ تشکیل دے سکیں۔ سنتِ رسول ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے معاشرے میں اجتماعی عدل و انصاف کے ماحول کو تشکیل دیا جائے۔ سیرتِ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے معاشرتی زندگی کو ایسے خطوط پر فروغ دیا جائے جن سے افرادِ معاشرہ میں بھائی چارہ، اخوت، محبت، باہمی ہمدردی، مساوات، قربانی، خدمت خلق، ہم آہنگی، رواداری، عفو و درگذر، تحمل و برداشت، اتحاد و یگانگت اور الفت و محبت کے جذبات کو فروغ حاصل ہو اور باہمی اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو۔

سیرتِ رسول ﷺ کے موضوع پر کانفرنسز اور سیمینارز کا بندوبست کیا جائے تا کہ افرادِ معاشرہ اور خاص طور پر نوجوان نسل میں سیرت رسول ﷺ پر عمل کا شعور جذبہ پیدا ہو اور وہ سیرت پر عمل کرنا اپنی اولین اور بنیادی دینی ذمہ داری سمجھیں۔ حکومتی اور نجی طور پر ذرائع ابلاغ پر سیرت النبی ﷺ سے متعلق زیادہ سے زیادہ پروگرام پیش کیے جائیں تا کہ عامۃ الناس کی درست پیمانے پر ذہن سازی اور بہتر کردار سازی کی جا سکے۔

پاکستان میں معاشرتی شدت پسندی کے خاتمے کے لیے علماء کرام کے علاوہ سیاسی طور پر بھی اتحاد ملی کی بات کی جائے ،معاشرے میں اتحاد باہمی کے لئے سیاستدان اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

شدت پسندی کی خاتمے اور اتحاد باہمی کے لئے سب سے موئثر حکمران طبقہ ہے۔عصر حاضر کے حکمرانوں پر یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر تمام مکاتب فکر اکٹھے ہوں مگر حکمران اکٹھے نہ ہوں تو یہ اتحاد باہمی ممکن نہ ہو گا ۔اگر حکومت وقت ان اقدامات پر عمل کرے تو ایک پر امن اور خوشحال معاشرہ قائم ہو گا اور محبت واخوت کی فضا استوار ہو گی جو عصر حاضر کی شدید ضرورت ہے-اگر ہم آج بھی اکٹھے نہ ہوئے اور فرقوں میں تقسیم ہوتے رہے اور ایک دوسرے کے اختلافات کو تفرقہ بازی کی شکل وصورت دیتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کی چادر اچھالتے رہے اور اپنی چادر کو صحیح نہ کیا تو ہمارے معاشرے کا وہی حشر ہو گا جو قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں کافروں اور مشرکین مکہ کا تھا اس لیے ضروری امر یہ ہے کے وقت آنے سے پہلے ہمیں غور وفکر کرنا ہو گا اور اتحاد باہمی کی طرف رجوع کرنا ہو گا بصورت دیگر منزل کا حصول بڑا کٹھن اور مشکل ہے۔

## اعتدال پسند معاشرتی اسلامی نظریہ حیات کا فروغ:

اللہ تعالی نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔اس کا پہلا کام پر امن اور معتدل معاشرہ تشکیل دینا ہے جہاں اللہ تبارک تعالٰی اور اس کے نبی ﷺ کی تعلیمات پر احسن طریقے میں عمل ہو سکے۔کسی بھی معاشرے کے قیام کے حوالے سے دو عمومی نظریات ہیں،پہلا نظریہ اجتماعی مفاد کو اولیت دیتا ہے جبکہ دوسرا نظریہ انفرادی مفاد کو۔اس کے برعکس قرآن وسنت کی تعلیمات نے ان دونوں نظریات میں سے کسی ایک نظریے کو اولیت دینے کی بجائے توازن اور اعتدال کی راہ اپنانے کا حکم دیا ہے،اس لیے یہ افراد معاشرہ کی انفرادی اور اجتماعی فلاح وبہبود کی قائل ہیں ۔

در حقیقت معاشرے کے قیام کا پہلا مقصد ہی یہی ہے کہ انسان اپنی ذات کی تعمیر وترقی میں تقوی وپرہیز گاری کو اپنا کر وہ ایسا انسان بن سکے جو توازن اور اعتدال کا راستہ اپنا کر شدت پسندی کو چھوڑتے ہوئے اپنی دنیا اور آخرت کی منازل طے کرے۔ اسلامی معاشرے کے نرم مزاج اور متوازن ہونے کی وجہ سے اس میں قومیت،علاقائیت اور رنگ و نسل جیسی تفریق نہیں پائی جاتی ہے۔الغرض دنیا کا نرم مزاج اور متوازن معاشرہ صرف اور صرف اسلامی معاشرہ ہے ۔اسلامی معاشرہ اخوت وبھائی چارہ،عدل وانصاف،مساوات وآزادی، آزادی وسادگی، تحمل وبرداشت،امن وسلامتی اور میانہ روی واعتدال پسندی جیسی خصوصیات کا حامل ہے۔

قرآن و سنت کے پیغامِ امن و محبت، سلامتی و سکون، اخوت و بھائی چارہ، مساوات و رواداری اور عدل و انصاف کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لیے مشنری جذبے سے ایسے ادارے بنائے جائیں جو ایسے اعلی تربیت یافتہ افراد تیار کریں جو علمی و عملی ہر طرح سے سیرت اور اسوہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چلتے پھرتے نمونے ہوں تاکہ اپنے اور پرائے اُن کے کردار و گفتار اور حسنِ عمل سے متاثر ہو کر قرآن و سنت کی سنہری و بے مثال تعلیمات کی طرف جوق در جوق کھینچے چلے آئیں۔

عصر حاضر میں پاکستانی معاشرہ میں موجود دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے بہتر انسانی بنیادوں پر موزوں اور اچھے تعلقات ہر سطح پر استوار کیے جائیں تاکہ معاشرے میں اتحاد و یگانگت، باہمی الفت اور امن و سلامتی کی فضا قائم ہو اور معاشرتی امن و سلامتی کو عملی طور پر مستحکم بنایا جاسکے۔ ان اقدامات کو بروئے کار لاکر ہم ایک بے مثال اسلامی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

## نتیجہ و خلاصہ بحث:

عصر حاضر میں شدت پسندی کے خاتمے، کسی بھی معاشرہ کے عروج اور بڑے مقاصد کا حصول، کامیابی اور سربلندی کو حاصل کرنے میں ہم آہنگی اور اتحاد و اتفاق معجزانہ کردار ادا کرتا ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کے اتحاد باہمی کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستانی معاشرے میں مذہبی و مسلکی عصبیت پسندی اتنی زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے کہ اس سے کئی تعلیمات اسلامی متاثر ہو رہی ہیں۔ آج پاکستانی معاشرہ کئی قسم کے مسائل میں جکڑا ہوا ہے، اس کا بنیادی سبب مذہبی و مسلکی تعصبات، نا اتفاقی و نا انصافی، تفرقہ بازی، جبر و تشدد، ظلم و زیادتی، حسد و بغض، سیاسی و معاشرتی مفادات، عدم برداشت ہے۔ مسلمانوں کی عظمت و سربلندی باہمی اختلافات کی نظر ہو گئی ہے۔ جب کہ پاکستان اور اسلام کے دشمن متحد ہیں۔ امن دشمن عناصر مختلف سازشی سرگرمیوں کے ذریعے پاکستان میں مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوششوں پر عمل پیرا ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف باہمی پیدا کرنا اسلام دشمن عناصر کا پرانا طرزِ عمل ہے۔

قرآن و سنت کی تعلیمات ہمیں اسلام دشمن عناصر کی خواہشات سے باخبر رہنے کے ساتھ ساتھ متعدد آیات قرآنی میں مومنوں کو اتحاد و اتفاق میں رہنے کی تلقین کرتا ہے، تفرقہ بازی سے بچنے، میانہ روی پر عمل کرنے اور صبر کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اتحاد ملی، یگانگت، پرہیز گاری اور محبت کے اصولوں پر زندگی گزارنے سے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب امت مسلمہ کے پاس وسیع القلبی، بالغ نظری، وحدت و اخوت اور فراخی قلب و ذہن

موجود ہو۔ اس کے علاوہ تمام اہل دانش حضرات، علماء کرام، ائمہ عظام، مساجد کے امام وخطیب اور صاحبانِ اقتدار کی بھی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ شدت پسندی کے خاتمے اور اتحاد ملی کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں۔

نیز کثیر احادیث مبارک میں بھی آنحضور نبی اکرم ﷺ نے اتحاد ویگانگت کی عظمت کو بیان کیا ہے اور شدت پسندی کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، علماء کرام، فقہاء کرام اور اکابرین اسلام کا طرز عمل بھی اس بات کا ثبوت ہے اخوت واتحاد مسلمانوں کی تمام بھلائیوں کی بنیاد ہے اور آپس میں رنجش واختلاف اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی جدوجہد کرنا تمام برائیوں کی بنیاد ہے ۔

قرآن اور سنت دونوں میں اسلام کا یہ واضح موقف رہا ہے کسی انسان کا ناحق قتل نہ کیا جائے چاہے وہ انسان مسلم ہو یا غیر مسلم۔ کسی بھی انسان کا جینے کی آزادی کا حق چھینا نہیں جا سکتا۔ کسی بھی انسان کو اس کی زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کی دولت کو لوٹا جا سکتا ہے اور نہ اس کی دولت کو تباہ وبرباد کیا جا سکتا ہے - یہاں تک کہ اس کی جان ومال کو بھی پامال نہیں کر سکتا۔

عصر حاضر میں جاری معاشرتی شدت پسندی ان ہی محرکات کی وجہ سے فروغ پا رہی ہے ۔ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات شدت پسندی، قتل و غارت جیسے اعمال کو کافرانہ، منافقانہ اور انسانیت دشمن عمل قرار دیتی ہیں اور ایسی فاسقانہ سرگرمیوں کو قرآن وسنت کے احکامات کے خلاف تصور کرتی ہیں۔ شدت پسندی کی یہ سرگرمیاں نہ صرف حقوق انسانیت کی پامالی کی وجہ بن رہی ہیں بلکہ یہ پوری دنیا کے مذاہب عالم کے درمیان باہمی تصادم اور نفرت کا سبب بن رہی ہیں۔ اس شدت پسندی کی جنگ کے محرکات پر اہل قلم اور اہل دانش حضرات کی مختلف آراء ہو سکتی ہیں مگر عصر حاضر میں اس جنگ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا کوئی واضح ہدف ملکی اور عالمی سطح کے منظر پر دکھائی نہیں دیتا۔ اس شدت پسندی کی جنگ کے محرکات اور اسباب ظاہر بھی ہیں اور پوشیدہ بھی۔ ان محرکات پر واضح طور پر لب کشائی نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو کسی خاص مقصد یا مصلحت کی وجہ سے اس کو دبا دیا جاتا ہے۔ شدت پسندی اور دہشت گردی کی یہ جنگ کسی بھی معاشرہ اور ملک کے لئے سود مند نہیں ہے۔ لہذا اب ضروری ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس کے سدباب کے لیے موئثر اقدامات کیے جائیں۔

اللہ تعالی سے دست بدعا ہوں کہ باری تعالی میری اس مختصر سی جدوجہد کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور فلاحِ دنیا و آخرت کا ذریعہ بنائے اور مسلمانوں کو متحد اور باہم محبتیں بانٹنے کا سبب بنائے اور اس میدان میں مزید بہتر کام کرنے کی جستجو اور توفیق عطا فرمائے۔

**حواشی**

1- سورة العلق: ۴،۳۔

2- الترمذی(م۲۷۵ھ)،محمدبن عیسی،جامع الترمذی،باب ابواب العلم،باب فضل طلب ۔ج۵،ص۲۹،رقم الحدیث۲۶۴۷،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی الباب یالحلبي – مصر،۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء۔

3- البخاری،الصحیح،کتاب الایمان،باب سوالجیبریل النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم عن الایمان والاسلام الاحسان علم السعت،دارالقلم،دمشق شام،۲۷۔ ۱ ۔۱۹۸۱ء۔

4- النسائی،السنن الکبریٰ،دارالکتب العلمیة،بیروت،لبنان،۱۹۹۱۔

5- ابن ماجه،السنن،کتاب الفتن،باب حرمة دم المومن وماله،دارالکتب العلمیه بیروت،لبنان،۱۹۹۰ء۔

6- المسلم،الصحیح،کتاب البروالصلة والاداب،باب النهی عن اشاره بالسلاح،داراحیاءالتراث العربی بیروت،لبنان۔

7- النسائی،السنن،الکبری،کتاب القسامة،باب تعظیم قتل المعهد،دارالکتب العلمیه،بیروت،لبنان،۱۹۹۱۔

8- احمدبن حنبل،المسند،المکتب الاسلامی،بیروت،لبنان،۱۹۷۸۔

9- البخاري ,کتاب الفتن ,باب قولالنبي صلی اللہ علیه وسلم سترون بعدی اموراتنکرونها ,دارالقلم دمشق ,شام ,۱۹۸۱۔

10- ابن سعد،الطبقات الکبری،داربیروت لطبعة والنشر،بیروت لبنان،۱: ۲۸۸۔

11- ابن حبان ,الصحیح،۱: ۲۸۲،ج۸۱۔